مسکت جواب دیے گئے ہیں ساتھ ہی حدود شرعیہ کی بین الاقوامی مخالفت کے پس منظر سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں حدود قوانین کی مخالفت اور فکری و نظریاتی کشمکش کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، حدود آرڈیننس اور سیکولر طبقہ کے زیر عنوان پاکستان ہیومن رائٹس کمیشن کے جنرل سیکریٹری سید اقبال حیدر کے ایک اخباری انٹرویو پر سخت علمی اور واقعاتی گرفت کی گئی ہے، اسی طرح حدود آرڈیننس! مخالفت کیوں؟ کے زیر عنوان یہ واضح کیا گیا ہے کہ حدود قرآن وسنت میں طے شدہ سزائیں ہیں ان میں ترمیم کا کسی بھی شخص یا ادارے کو اختیار نہیں ہے، نیز بعض سزاؤں کو بائبل اور تورات سے بھی ثابت کر کے یہ عندیہ دیا ہے کہ مغرب اگر حدود کی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتا ہے تو یہ سزائیں ان کی تورات وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اگر معاشرتی جرائم کی یہ سزائیں وحشیانہ ہیں تو اس میں تورات و بائبل برابر کی شریک ہیں اسی طرح محترم جاوید غامدی اور ڈاکٹر طفیل ہاشمی کی توضیحات اور ان کے مؤقف کو ان حلقوں کی تقویت کا باعث ثابت کیا گیا ہے جو حدود آرڈیننس کو منسوخ کرانے یا حدود میں ردوبدل کے درپے ہیں، اسی طرح ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین کے حدود آرڈیننس کے حوالے سے ایک بیان پر بھی بہت ہی شائستہ اور شستہ گفتگو کر کے ان کے مؤقف کا بہترین اور مدلل جواب دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں حدود قوانین کی تعبیر وتشریح اور اسلامی نظریاتی کونسل کے عنوان پر تین مستقل مضامین۔۔۔ اسلامی حدود اور بین الاقوامی قوانین۔۔۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر چند گذارشات۔۔۔ تحفظ حقوق نسواں بل اور اسلامی نظریاتی کونسل۔۔۔ میں عنوانات کے مطابق بہت ہی جامع گفتگو کی گئی ہے جو قارئین کے ذہن کو واقعی اپیل کرتی ہے، چوتھے باب (حدود قوانین اور ہمارا قانونی وعدالتی نظام) میں دو مضمون۔۔۔ تحفظ حقوق نسواں بل اور سسٹم کو درست کیا جائے۔۔۔ حدود آرڈیننس، تاثرات وخیالات ہیں، دونوں مضامین میں تحقیق کا حق ادا کیا گیا ہے جبکہ پانچواں باب سات مضامین پر مشتمل ہے اور آخر میں دو مضامین پر مشتمل ضمیمہ ہے یہ تمام مضامین اہل علم کی رہنمائی کیلئے بہت ہی مفید ہیں، کتاب کی طباعت اعلیٰ کاغذ پر بہت معیاری ہے، ٹائٹل دیدہ زیب ہے قارئین اس کو اپنی لائبریری کی ضرور زینت بنائیں۔

نام کتاب: حدود آرڈیننس اور تحفظ نسواں بل
نام مصنف: ابوعمار زاہد الراشدی
سن اشاعت: فروری 2007
صفحات: 149، قیمت: 120 روپے
ناشر: الشریعہ اکادمی ہاشمی کالونی گوجرانوالہ

زیر تبصرہ کتاب محترم جاوید احمد غامدی صاحب کے چند تفردات پر محترم ابوعمار زاہد الراشدی کے قائم کردہ سوالات یا محاکمہ اور پھر غامدی صاحب کے تلامذہ معز احمد، خورشید احمد ندیم اور ڈاکٹر محمد فاروق خان کی طرف سے دفاعی جوابات پر مشتمل ہے جسے زاہد الراشدی نے الشریعہ اکادمی کے زیر اہتمام افادۂ اہل فکر ونظر کیلئے شائع کیا ہے تاکہ دونوں نکتہ ہائے نظر سامنے رکھ کر وہ کوئی مثبت فیصلہ کر سکیں۔ قول اور جواب آں غزل کا یہ سلسلہ پیش لفظ سمیت 151 صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں زاہد الراشدی کے پانچ مضامین ہیں جبکہ غامدی صاحب کے تلامذہ میں سے خورشید ندیم کا ایک، ڈاکٹر محمد فاروق خان کے دو اور معز احمد کے تین مضامین ہیں یعنی مجموعی طور پر گیارہ مضامین ہیں جو کہ کم وبیش سات عنوانات کا احاطہ کرتے ہیں اور یہ ساتوں عنوانات در حقیقت غامدی صاحب کے تفردات ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ علماء کرام سیاست دان نہ بنیں بلکہ سیاستدانوں کی اصلاح کریں۔

۲۔ زکوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی بھی قسم کے ٹیکس لینے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

۳۔ جہاد تب ہی جہاد ہوتا ہے جس کا اعلان مسلمانوں کی حکومت کرے۔

۴۔ خبر واحد حجت نہیں ہے۔

۵۔ فتویٰ بازی کو ریاستی قوانین کے تابع بنایا جائے۔

۶۔ سنت سے مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا (یعنی سنت وہ نہیں ہے جسے عرف عام میں سنت رسول ﷺ کہا اور تسلیم کیا جاتا ہے)۔

۷۔ رجم کی سزا کے نفاذ میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی تمیز جائز نہیں ہے۔

محترم ابوعمار زاہد الراشدی نے مذکورہ تفردات پر مضبوط دلائل سے محاکمہ فرمایا ہے اور ایک ایک جز پر مبسوط گفتگو کی ہے، اگرچہ غامدی صاحب کے تلامذہ نے میدان کو خالی نہیں چھوڑا مگر جوابی دلائل میں وہ زور پیدا نہیں کر سکے جو زاہد الراشدی کے محاکمہ میں پایا جاتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ اگر جہاد مسلمانوں کی حکومت کے اعلان پر ہی موقوف ہو تو پھر حالات حاضرہ کے تناظر میں ایک مسلمان

(سہ ماہی التفسیر، شمارہ ۱۱ صفحہ ۷۰)

(ب) دوسری بات یہ کہ امام طبری کی روایت میں اتفاقی واقعہ بیان ہوا ہے جو صرف ایک مرتبہ پیش آیا تھا۔ مگر ڈاکٹر محفوظ احمد نے اپنے تخیل کے گھوڑے دوڑا کر اسے معمول ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اور "اصابت ید" (ہاتھ ٹکرا گیا) کو ماضی استمراری بنا دیا ہے اور مفہوم یوں بیان کیا ہے:

"کبھی چیزوں کو لینے کے دوران ان کے ہاتھوں سے مس بھی کرتے" (ایضاً)

ان جیسے دانشوروں سے یہی توقع کی جاسکتی ہے لیکن ذرا سوچیے! جس ہستی کے لئے "راعنا" جیسے ذو معنی الفاظ کی اجازت نہ ہو (سورہ بقرہ ۲:۱۰۴) وہاں ایسی ضعیف روایات کا سہارا لے کر شان رسالت کے خلاف باتیں کرنے کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟

۳. ڈاکٹر محفوظ احمد خیال آرائی اور ذہنی اختراع کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتاب "احکام ستر وحجاب" کے اقتباس پر ان کی طبع آزمائی ملاحظہ ہو:

"عبدالرحمن کیلانی نے لکھا ہے کہ "اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے"

اس عبارت میں "دیکھا دیکھی" کے الفاظ قابل توجہ ہیں۔ اس لئے کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی "دیکھا دیکھی" کی بنیاد پر نہیں کی جاتی۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اور دیگر فرائض وواجبات کی ادائیگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا دیکھی شروع نہیں کی تھی بلکہ احکام کو فرض یا واجب جانتے ہوئے شروع کیا تھا۔ دیکھا دیکھی کی بنیاد پر کیا جانے والا عمل زیادہ سے زیادہ مباح یا مستحب قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ فرض یا واجب۔ لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حجاب سے متعلق ازواج مطہرات کے عمل کو بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمل ان کی خصوصیات میں سے تھا۔ (ایضاً.....صفحہ ۶۹)

اس عبارت سے لفظ "دیکھا دیکھی" سے انہوں نے جس طرح سے استنباط فرمایا ہے وہ ان کی خیال آرائی اور ذہنی اختراع کی نمایاں مثال ہے۔ حالانکہ مولانا عبدالرحمن کیلانی نے "دیکھا دیکھی" اتباع کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ کیا ہم اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی نماز، روزہ اور حج وغیرہ جیسے فرائض کی پابندی نہیں کرتے؟ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ چونکہ اپنے بڑوں کی "دیکھا دیکھی" ان احکام کی پابندی کرتے ہیں لہذا اس دیکھا دیکھی کی بنیاد پر ہماری نماز وغیرہ کی ادائیگی کو زیادہ سے زیادہ مباح یا

مستحب قرار دیا جاسکتا ہے۔ یا للعجب!

اسی طرح مولانا عبدالرحمن کیلانی کی کتاب "احکام ستر وحجاب" کی عبارت کے اس ٹکڑے "اس حکم کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے حجروں کے دروازے پر پردے لٹکا دیے" (ایضا.....صفحہ ۶۲) پر یہ خیال آرائی فرمائی ہے:

رسول اکرم ﷺ کی گھریلو زندگی اور رازداری کو قائم رکھنے کے لئے حجاب کا حکم دیا کہ اس وقت آپ ﷺ کے حجروں کے باہر کوئی دروازہ یا پردہ نہیں تھا" (ایضا)

یعنی آیات حجاب کے نزول سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے حجروں کے باہر نہ کوئی دروازہ تھا اور نہ پردہ۔ یہ تو درست ہے کہ آیات حجاب کے نزول کے بعد حجروں کے دروازوں کے باہر اہتمام سے پردے لٹکا دیے گئے۔ مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حجروں کے دروازے ہی نہ تھے۔ حالانکہ خود آگے چل کر علامہ نور بخش کی سیرت رسول عربی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ:

"دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا" (ایضا)

یقینا حضور اکرم ﷺ کے حجرات سادگی اور فقر کا نمونہ تھے اور اس میں آبنوس یا شیشم کے دروازے لگے ہوئے نہیں تھے۔ مگر ضرورت کے تحت کواڑ ضرور تھے جنہیں آمد ورفت کے وقت بھیڑ دیا جاتا تھا۔ اور آیات حجاب کے نزول کے بعد ان پر پردے بھی لٹکا دیے گئے تاکہ حجاب کا مکمل اہتمام ہو۔

۴. تحقیق دراصل تمام دستیاب مواد و وسائل کا احاطہ کرکے نتیجہ اخذ کرنے کا نام ہے۔ مگر ڈاکٹر محفوظ احمد شاید چراغ تلے اندھیرے کے قائل ہیں۔ ان کا موضوع "آیات حجاب کے چند تفسیری پہلو" ہے لیکن چونکہ انہوں نے پہلے سے ذہن بنایا ہوا ہے کہ وہ حجاب کو صرف ازواج مطہرات سے خاص کرکے عام مسلمان خواتین کے لئے اس کا عدم وجوب ثابت کریں گے۔ اس لئے انہوں نے حجاب کے موضوع پر اپنی تحقیق کا محور صرف سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ کو بنایا ہے۔ حالانکہ ابتدا میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ:

"قرآن مجید میں عورتوں سے متعلق ستر یا پردہ کے احکام سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ و ۵۹ اور سورۃ النور کی آیت نمبر ۳۰ و ۳۱ میں بیان کئے گئے ہیں" (ایضا.....صفحہ نمبر ۵۸)

اور سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کو یہ کہہ کر موضوع کے دائرے سے خارج کر دیا ہے کہ:

"بعض لوگ سورۃ الاحزاب کی آیت جلباب (یعنی آیت نمبر ۵۹) کو اس حکم حجاب کا متبادل

بریلوی کے سر جاتا ہے۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی ہمہ جہت پاروصفت شخصیت کے حامل تھے اس لئے وہ ہر میدان میں اسی میدان کے شہسوار نظر آتے ہیں وہ بیک وقت بہترین استاد و مدرس، مفتی، مناظر، خطیب، سیاستدان، مصنف، صحافی، قریہ بہ قریہ آوازۂ حق بلند کرنے والے مبلغ اور کالم نگار تھے، الہلال اور البلاغ جیسے موقر رسائل میں مضمون لکھتے رہے پھر اپنے مدرسہ سے ماہنامہ (السواد الاعظم) کا اجراء فرمایا جو ہندو سندھ میں مقبول عام ہوا۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے مولانا کا کردار بہت ہی واضح اور نمایاں ہے، جمعیت العالیہ المرکزیہ کا قیام جو کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے معروف ہے آپ کی کوششوں کا رہین منت ہے۔ اس جمعیت کے سرپرست اعلیٰ پیر سید جماعت علی شاہ جبکہ صدر محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی اور ناظم اعلیٰ مولانا نعیم الدین مرادآبادی منتخب ہوئے تھے، اسی جمعیت کے زیر اہتمام آل انڈیا بنارس سنی کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں محدث اعظم ہند نے اپنے صدارتی خطبہ میں مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی مکمل حمایت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے دست بردار بھی ہوگئی تب بھی ہم تحریک پاکستان کو جاری رکھیں گے۔ البتہ ڈاکٹر نوری صاحب کا یہ لکھنا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام بدل کر پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان رکھا گیا یہ تاریخی اضافہ ہے، پاکستان میں اہلسنت کی نمائندہ جماعت (پاک سنی تنظیم) تھی جو کراچی سے پشاور تک مربوط تھی، اس تنظیم کے سربراہ مولانا غلام جہانیاں معینی دیروی تھے اسی تنظیم کو جمعیت علماء پاکستان کا نام دیا گیا تھا، اس کے وجوہ وعلل اور پس منظر کو اب کریدنا بہتر نہیں ہوگا بہرحال کتاب دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ مناسب کاغذ پر چھاپی گئی ہے، کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، عنوانات میں قارئین کی دلچسپی کا وافر مواد موجود ہے۔

التفسیر اہل علم کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل (ڈی لٹ)

(سابق چیئرمین شعبہ اردو، جامعہ کراچی)

عزیز گرامی ڈاکٹر اوج صاحب

سلام مسنون!

آپ کی توجہ وعنایت کے باعث التفسیر باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے، جس کیلئے آپ کا شکر گزار رہتا ہوں۔ ہر شمارے میں متعدد تحریریں میرے لئے جاذب توجہ اور قابل مطالعہ رہتی ہیں۔

واجبات کے ساتھ، والسلام
معین الدین عقیل
گلستان جوہر، کراچی

مولانا محمد امجد قادری سروانی

محترم المقام قبلہ ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج صاحب دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

غالب خیریت الحمد للہ بخیر وعافیت ہے۔

حضور والا گزارش احوال یہ ہے کہ فقیر بے توقیر فقرل القدیر نے عالم آن لائن پر آپ کو سنا ہے اور آپ کی شخصیت اور انداز تکلم سے بہت متاثر ہے۔

جب بھی آتا ہے تیرے حسن تکلم کا خیال
لطف دیتا ہے تیری بات کا ہر ہر پہلو

اور اب گزشتہ روز آپ کی عنایت کریمانہ سے سہ ماہی التفسیر کا تازہ شمارہ (جولائی تا دسمبر ۲۰۰۷ء) باصرہ نواز ہوا۔ حرف حرف خوشبو اور نقطہ نقطہ برکت لئے ہوئے ہے۔ خوشبو بھی ایسی کہ مشام جاں کو معطر کر رہی ہے، پڑھ کر دل روشن اور آنکھیں پرنور ہوئیں۔ واقعتاً ایسے جرائد کی بہت ضرورت ہے۔ ہم